عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

جمادی الاول ۱۴۲۸ھ/جون ۲۰۰۷ء

Reg No.P476

جلد: پنجم

شمارہ: 10

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

حدیثِ نا گفتنی (ساتویں قسط)

میری علمی و مطالعاتی زندگی

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت سید صاحبؒ کی کفش برداری نے شیخ الکل حکیم الامت مجدد الملّت حضرت اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی بارگاہِ قدس تک پہنچا دیا۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ھ میں جب کراچی میں سید صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں پہلی حاضری ہوئی تو استفسار فرمایا'' آپ نے حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ (حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ) کے مواعظ وملفوظات پڑھے ہیں؟'' فقیر نے نفی میں جواب دیا۔ ارشاد فرمایا'' حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات ومواعظ پڑھئے، وہاں ہر بات اندر سے پھوٹ کر نکلی ہے۔'' پھر کیا تھا، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات، رسائل وکتابیں فقیر کے روز وشب کا مشغلہ بن گئیں ......اور بحمد اللہ تعالیٰ آج پوری بصیرت ودیانت کے ساتھ یہ بات کہنے میں باک نہیں کہ حضرت تھانوی کی کتابیں امت کے ہر مرض کا مداوا اور ہر بیماری کے لیے تریاق ہیں۔ ایک دور افتادہ قصبہ میں بیٹھ کر یہ مردِ درویش، علم ودین کی جتنی علمی وعملی، ذہنی وروحانی خدمت کر گیا پوری پوری اکادمیاں اور مدارس وخانقاہیں بمشکل کر پاتی ہیں۔ نو سو کے قریب کتابیں، چار سو مواعظ (جو عام تقطیع کے تقریباً چوبیس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، ملفوظات کے ہزاروں صفحات اپنے ورثۂ علمی میں امت کی رہنمائی کے لیے چھوڑ گئے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ وملفوظات جدید وقدیم، عامی وعالم ہر طبقہ کے امراضِ روحانی کے لیے قرابادین (Pharmacopia) شفا ہیں۔ تربیت السالک، انفاس عیسیٰ وغیرہ میں نفسانی و باطنی امراض کے جو تیر بہدف علاج بتائے ہیں اور جس دقت نظری اور ایمانی بصیرت سے امراض کی تشخیص کی ہے پورے اسلامی کتب خانہ میں اس کی نظیر شاذ ہی ملے گی۔ حضرت مجدد الملت نور اللہ مرقدہ کی ہر کتاب علم ومعرفت کا گنجینہ اور برکاتِ ظاہری وباطنی کا خزینہ ہے۔ مبتدی طالبعلم کے لیے ابتدا میں حضرت والا قدس سرہ کے پچاس سے سو تک مواعظ اور ملفوظات (حسن العزیز وغیرہ) کا مطالعہ مفید رہتا

ہے۔ پھر تعلیم الدّین، قصد السبیل، اصلاح الرسوم، صفائی معاملات، حیاۃ المسلمین اور بہشتی زیور کا بغرض استفادہ وعمل مطالعہ بفضلہٖ تعالیٰ کفایت کر دیتا ہے۔ گو طالب صادق آخر دم تک طالب علم اور سالک آخر وقت تک سعی وکوشش میں مصروف رہتا ہے،

؎ اندریں راہ می تراش ومی خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

قصد السبیل گو ۶۴ صفحات کا رسالہ ہے لیکن حکمت اشرفیہ نے سلوک کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ بہشتی زیور گو عورتوں کے لیے لکھی گئی ہے لیکن حقیقتاً حنفی نکتہ نظر سے مسائل کا ایک قیمتی ومحتاط ذخیرہ ہے، جس کا مطالعہ واستحضار ایک وسطانی عالم کی فقہی معلومات کے بقدر ہے۔ بیان القرآن اور نشر الطیب کے بارے میں فقیر کی معروضات گذر چکی ہیں سلوک میں حضرت کی کتاب ''التکشف عن مہمات التصوف''، خصوصاً اس کا پانچواں حصہ خاصہ کی چیز ہے اور فقیر کی ذہنی ساخت میں اس کا عظیم حصہ ہے۔ التشرف احادیث سلوک کا اچھوتا مجموعہ ہے اور مسائلِ سلوک میں قرآنی نصوص سے فنی اعتبارات وحقائق کو ثابت کیا گیا ہے، ''کلیدِ مثنوی'' رومیؒ کے حقائق ورموز کی شاہ کلید ہے اور فنی نکتہ نظر سے مثنوی کی شروح میں اشرف الشروح ہے۔ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی اور بحر العلوم کی غامض شرح بھی اپنے رنگ میں خوب ہیں۔ شیخ الکل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلف صالحین کے طریقے کے مطابق سلوک کو ہر غل وغش سے پاک کر کے کتاب وسنت کی روشنی میں نکھار کر امت کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ آپؒ کی صوفیانہ تصنیفات انشاء اللہ رہتی دنیا تک امت کے لیے قندیلِ ہدایت بنی رہیں گی، تجدیدِ تصوف وسلوک کا یہ کارنامہ مجددیت اشرفیہ کے تاج کا تابندہ گوہر ہے۔

؎ کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

یہ عجالہ اس دور کے اعظم المصنفین کے علوم وکمالات کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ یہاں استقصاء مقصود ہے تاہم یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ علوم اشرفیہ کا بحر ناپیدا کنار بقدر طلب وظرف ہر طالب کی پیاس بجھانے کے لیے کافی ہے۔

کتب تصوف:

حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے مکاتیب کا تعلق ۱۹۴۳ء میں قائم ہوا۔ سلوک کی طرف توجہ ہوئی، گھر میں مکتوباتِ امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) کا ترجمہ موجود تھا، ابتداء اس سے ہوئی۔ حضرت مجدد کے مکتوبات نے شرعی تصوف، شریعت وطریقت کی عینیت و یکجائی، ذات باری تعالیٰ کی تنزیہ، وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود اور دیگر مسائل سلوک کی حقیقت واضح فرمادی۔ اور اس راہ میں اپنا مسلک یہ بن گیا ہے ''مارا نص درکار است نہ بافص، مارا فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است'' (مکتوب ۱۰۰)

حضرت تھانوی اعلی اللہ مقامہ کی کتابوں حقیقۃ الطریقہ من السنہ الانیقہ (التکشف جلد پنجم) اور مسائل سلوک سے بھی یہ بات دل میں پیوست ہوگئی کہ شریعت عین طریقت ہے اور طریقت عین شریعت، دیگر ہیچ، اس کے سوا جس نے کچھ کہا وہ یا شریعت کو نہیں جانتا یا طریقت سے ناواقف ہے۔

سلوک کی کتابوں میں سراج طوسی کی کتاب اللمع، محاسبی کے رسائل خصوصاً رسالۃ المسترشدین، عبداللہ انصار برنی کی منازل السائرین، طالب مکی کی قوت القلوب، امام قشیری کا رسالۃ القشیریہ، علی ہجویری کی کشف المحجوب، امام غزالی کی احیاء العلوم (مع تخریج عراقی) وکیمیائے سعادت، شیخ سہروردی کی عوارف المعارف، حضرت شیخ جیلانی کی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، یحییٰ منیری کے مکتوبات صدی، نظام الدّین اولیاء کے فوائد الفواد، ابن عربی کی فصوص الحکم وفتوحات مکیہ، مولوی رومی کی مثنوی معنوی، ابن قیم کی مدارج السالکین، الوابل الصیب وغیرہ، امام شعرانی کی کتابیں، مجدد سرہندی کے مکتوبات، شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں خصوصاً قول الجمیل، تفہیمات الٰہیہ کے بعض مقامات، حجۃ اللہ البالغہ، مباحث احسان وغیرہ شاہ اسمٰعیل شہید کی صراط مستقیم وعبقات، حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی جملہ تصنیفات اور ان کے سلسلۃ الذہب سے منسلک مشاہیر اکابر متقدمین ومتاخرین کی صوفیانہ کتابیں اور دیگر ائمہ سلوک کی مہم کتب ورسائل اسلامی سلوک کا بیش بہا سرمایہ ہے۔

گو سلوک سراپا عمل ہے تاہم علمی اعتبار سے ان اساطین صوفیاء کی کتابیں اسلامی سلوک کی حقیقت اور عہد بعہد کی فکری تاریخ سے ایک گونہ آگاہ کرسکتی ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ تصوف کے بارے میں علمی معلومات کا انبار کفایت نہیں کرتا بلکہ کسی شیخِ کامل کی تربیت اور عملی محنت وکوشش منزل تک پہنچاتی ہے

اس لیے کہا گیا ہے

صد کتاب وصد ورق در نار کن
قلبِ خود را جانبِ دلدار کن

حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کی برکات کا اثر ہے کہ ان کے انتساب کی وجہ سے یہ ''بدنام کنندہ نکو نامے چند'' اپنے دور کی بعض عظیم دینی و علمی شخصیتوں کی نظر کرم، الطاف و توجہات کے قابل ٹھہرا (الحمدللہ علی ذالک)

مولانا عبد الباری ندویؒ:

ان میں پہلے بزرگ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق قدیم حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ومجاز بیعت، قدیم وجدید فلسفہ کے ماہر ہمارے مخدوم ومحترم حضرت مولانا عبد الباری ندوی مدظلہ ہیں جن کی کتابوں کا تجدیدی سلسلہ......تجدید تصوف وسلوک، تجدید دین کامل، تجدید تعلیم وتبلیغ، تجدید معاشیات......علوم اشرفیہ کی ترجمانی ووضاحت میں اپنی افادیت میں بے مثل ہیں اور جدید طبقہ کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے علوم کی کلید ہیں۔ حضرت موصوف کی ان چاروں کتابوں سے بندہ فیضیاب ہوا۔

''سورۃ العصر کی تفسیر'' اپنے رنگ میں لاجواب ہے، فریضہ تبلیغ ودعوت پر خاصہ کی چیز اور ہر مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے۔

''مذہب اور سائنس'' تو مولانا کا شاہکار، ان کی قدیم وجدید علوم سے واقفیت کی شاہد اور سائنسی علوم سے مرعوب اشخاص کے لیے نادر تحفہ ہے۔

عبد الماجد دریابادیؒ:

دوسری شخصیت حضرت سیدی قدس سرہ کے صدیق حمیم اردو کے صاحبِ طرز وفخر ادیب، ''صدق'' کے مدیر شہیر، مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی مدظلہ' کی ہے۔ مذاہبِ عالم اور عصری علوم پر ان کی نگاہ بہت گہری وہمہ گیر ہے۔ مشرقی ومغربی علوم سے یکساں بہرہ ور ہیں جس

پر ان کی تفسیر (انگریزی ۱؎ اور اردو......) اور صدق کی نگارشات شاہد ہیں۔

یوں تو صدق اور صاحب صدق کی تحریر۲؎ مدتوں سے قلب ونظر کی بالیدگی اور ادبی ذوق کی پاکیزگی کا سبب بنتی رہی اور ان کی اکثر دینی وادبی کتب سے استفادہ کیا لیکن مولانا کی جس تصنیف نے ابتداء میں متاثر کیا وہ سفر نامۂ حجاز ہے جو والہانہ عقیدت ،قلبی واردات ، عالمانہ حزم واحتیاط ، دینی حقائق ، فقہی مسائل ، صوفیانہ نکات ، سفری معلومات ، قیمتی مشوروں ، سنجیدہ و دردمندانہ تبصروں کا عجیب حسین امتزاج ہے۔طرز بیان دلکش ورواں انشائے ماجدی کا اعلیٰ نمونہ، ہر ذوق کے قاری کے لیے وافر مواد مہیا ہے۔شروع کیجئے تو تمت بغیر چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔مولانا کی باقیات صالحات میں یہ سفرنامہ انشاء اللہ اونچا مقام پائے گا۔کتاب کا مقدمہ حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہ کا لکھا ہوا ہے اور سلیمانی جامعیت وادبیت کا مرقع ہے۔

دوسری کتاب ''حکیم الامت'' ہے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں لیکن قلم ماجدی نے حکیم الامت نوراللہ مرقدہ کی زندگی کے جو حکیمانہ نقوش و والہانہ خاکہ ہوشمندانہ سراپا کھینچا ہے اسلوبِ بیان ،طرز اور پیشکش میں اچھوتا مقام رکھتا ہے۔حضرت قدس سرہٗ کی دلبرانہ ادائیں ،علمی ذوق ،ادبی مذاق ،تربیتی دقیقہ رسی و پاسداریٔ حقوق ،رعایت جلیس ،ضبط اوقات ،نظم معمولات ...... بسیار شیوہ ھاست بتاں راکہ نام نیست کی جو تصویر ''حکیم الامت'' میں دکھائی دیتی ہے دلکشی وزیبائی کی بہترین مثال ہے۔

۱؎ تفسیر ماجدی (انگریزی) دینی لٹریچر کا ایک گرانمایہ سرمایہ، قابل قدر علمی کوشش ،قرآن کے ''مھین'' مصدقا لما معھم ہونے پر دلیل ناطق اور برہان قاطع ہے۔تفسیر میں دیگر ادیان کی مختلف کتب سے قرآنی آیات کے شواہد اور ہم معنی آیتیں اس قدر کثرت سے نقل کر دی گئی ہیں کہ استقصاء پر حیرت ہوتی ہے۔تقابل ادیان اور اہل کتاب کے صحف سے موازنہ اور ان کی شہادتوں سے قرآن کی سچائی کا ثبوت خاصہ کی چیز ہے۔غالباً تفسیری ادب اس قسم کی نظیر سے خالی ہے۔

۲؎ سوائے ان کے ایک معلوم تفرد کے۔

تیسری کتاب ''محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق'' ہے۔ زندگی میں جن چند کتابوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا یہ کتاب ان میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کلک ماجدی کو محمد علی کا نام ہی گویا وجد میں لاتا ہے۔ مولانا کا شدت تأثر ہر لفظ سے چھلکتا ہے، کاغذ پر الفاظ کی بجائے دردِ دل اور خون جگر عجب بیتابانہ انداز میں بکھرا دکھائی دیتا ہے۔ شاید کوئی منظوم مرثیہ اتنا دردناک اور کرب انگیز نہ ہو جتنے محمد علی جوہر کی زندگی کے یہ سادہ و منثور واقعات ...... محمد علی کا حرف حرف اور نقطہ نقطہ دل میں اتر جانے والی نصیحت درس بصیرت اور مرقع عبرت [۱] ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کو زندگی میں جن محرومیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا ان کی کامیاب موت کے بعد سیرت جوہر کی یہ معجز نما نقاب کشائی ان کی مابعد الموت کامرانیوں کا ایک حصہ ہے اور ان کے شعر

ع جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

کی جیتی جاگتی تعبیر ہے۔

صاحب صدق کے یہ جواہر پارے جوہر کے حق میں ''وَجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ . وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ'' کے مصداق ہوں گے۔

ناسپاسی ہوگی اگر مولانا دریابادیؒ کے مرتب کردہ مکتوبات سلیمانی [۲] کا یہاں تذکرہ نہ کیا جائے۔ محشی مکتوبات کے اس مجموعہ میں برصغیر کے مسلمانوں کی چالیس سالہ علمی و ادبی و دینی و سیاسی تاریخ کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ مولانا کی علمی و ادبی خدمت وابستگانِ دامن سلیمانی پر ایک عظیم احسان ہے۔

---

[۱] باب ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۸۸ اور اس کے ضمیمے تو قیامت ہیں۔

[۲] فقیر کا دونوں جلدوں پر تبصرہ صدق جدید لکھنؤ کے شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی کے مولانا دریابادیؒ کے نام مکتوبات کا یہ مجموعہ مولانا موصوف نے فقیر اور دیگر دوستوں کے اصرار پر اپنے مفصل حواشی کے ساتھ مرتب فرمایا، ادبی تاریخ میں دو نادرۂ روزگار ادیبوں اور فاضلوں کی باہمی مکاتبت کا اتنا طویل زمانہ شاید ہی ملا ہو۔ مکتوبات کا یہ مرقع دو عظیم و شریف دوستوں کی چالیس سالہ رفاقت و مودت کی حسین روداد ہے جو بیش بہا علمی، ادبی اور تاریخی فوائد پر مشتمل ہے۔ (جاری ہے)

شیطانی وساوس اور ان کا علاج

(مرتب انجینئر نجیب الدین محمد صاحب)

حضرت حاجی صاحب نے یہ بیان مسجد فردوس میں بروز منگل ۱۵ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ نومبر ۱۹۹۹ء ہفتہ وار اصلاحی مجلس میں فرمایا تھا۔ حضرت نے اپنے بیان میں کئی قسم کی شیطانی وساوس کے بارے میں بتایا جن کے ذریعے شیطان انسان کو پریشان کر کے بعد میں گمراہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ حضرت نے پھر ان وساوس سے بچنے کا علاج فرمایا۔ حضرت کے بیان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

شیطان وساوس کے ذریعہ سے انسان کو پریشان بلکہ گمراہ کر دیتا ہے۔ ہر انسان کے اندر نفس کا مادہ ہے جس کی بہت ساری خواہشات ہیں، مال، دولت، جاہ، آرام پسندی، شہوانیت وغیرہ۔ شیطان ان چیزوں کے متعلق وساوس پیدا کرتا ہے، شیطان کسی کا ہاتھ پکڑ کر اسے گناہ کی طرف نہیں لے جاتا بلکہ اس کے اندر گناہ کا وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ ہوتے ہوتے یہی وسوسہ ارادہ بنتا ہے اور ارادہ سے عمل وجود میں آجاتا ہے۔ شیطان کے یہ وساوس کئی قسم کے ہیں۔

۱۔ توحید کے متعلق وساوس ۲۔ تقدیر کے متعلق وساوس

۳۔ عبادت کے متعلق وساوس ۴۔ ایمان کے متعلق وساوس

۱۔ توحید کے متعلق وساوس:

مسلمان کے دل میں توحید کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر کے شیطان پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے، جیسے تمام جہان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہوگی وغیرہ قسم کے خیالات و وساوس۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات میں سوچنے کے اللہ تعالیٰ کی صفات کا دھیان کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت جو کہ کائنات میں بکھری ہوئی ہے اس پر غور کرے۔

۲۔ تقدیر کے متعلق وساوس

جیسے ہر انسان اپنی تقدیر ساتھ لاتا ہے کوئی جنتی ہے تو پیدائشی جنتی اور کوئی جہنمی ہے تو پیدائشی جہنمی۔ تو پھر نیک اعمال کی کیا ضرورت؟ اگر تقدیر میں جہنم لکھا گیا ہے تو پھر میری نماز، روزے کا کیا فائدہ۔ ان وساوس کا علاج یہ ہے کہ اگر کسی کو پورا علم ہو کہ میں دوزخ میں جاؤں گا تو بے شک نیک عمل نہ کرے ہمیشہ گناہ کرتا رہے کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ مرنے کے بعد ویسے بھی میرا ٹھکانہ جہنم ہے، لیکن جسے معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد میرا کیا ہوگا جنت یا دوزخ، تو پھر اس بندہ کے ذمہ ہے کہ نیک کام کرے، تاکہ جنت والے راستے پر گامزن تو ہو۔ یاد رکھیں جنت کا راستہ یہی نیک اعمال والا راستہ ہے۔

ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت نے ان کے حال کا مراقبہ کیا تو آپ پر منکشف ہوا کہ یہ شخص شقی (جہنمی) ہے، حضرت نے انھیں بیعت نہیں فرمایا۔ وہ شخص ایک دوسرے بزرگ (احمد کبیر رفاعیؒ) کے پاس گئے اور ان سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ ان کے پاس رہ کر اپنی اصلاح فرمائی، اُن بزرگ نے انھیں خلافت عطا فرمائی اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ حضرت شیخ (عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کرتے ہوئے جائیں۔ یہ شخص جب حضرت شیخؒ سے ملا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اُنہی کا کمال ہے کہ شقی کو سعید بنا دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے ایک استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ استاد ہمیشہ اُن سے کہتا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کر دیں کہ میرے لیے دعا کیا کریں، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوا کہ یہ استاد شقی ہے ۔ بڑا افسوس ہوا لیکن برابر ان کے لیے دعا فرماتے رہے، تقریباً ایک سال بعد ان پر دوبارہ منکشف ہوا کہ یہ سعید ہو گئے۔

بہر حال ہمیں اپنے انجام کا پتا نہیں، لیکن سبب اختیار کرنا ہمارے ذمہ ہے کہ ہم نیک عمل کرتے رہیں، گناہوں کو چھوڑ دیں اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں، وہ ظالم نہیں کہ ہمارے اعمال کو ضائع کر دیں وہ تو اپنے ہر بندہ سے ستر (۷۰) ماؤں کی محبت سے زیادہ محبت فرماتے ہیں، وہ کیوں چاہیں گے کہ میرا بندہ جو میری اطاعت میں لگا ہوا ہے اسے میں جہنم میں جھونک دوں ۔ ہم اپنے اللہ کی طرف چل کر تو دیکھیں وہ کیسے ہماری طرف دوڑ کر چلتے ہیں۔ حدیث قدسی شریف کا مفہوم ہے کہ میں ہر بندے سے اس کی گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں، اگر وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع میں (یعنی فرشتوں کے) اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ متوجہ ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

۳۔ عبادات کے متعلق وساوس:

شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ میرا دل تو گناہوں سے بھرا ہوا ہے، دل میں گندے خیالات آتے ہیں، ایسے گندے دل کے ساتھ نماز پڑھنا گناہ ہے، یہ کہ میری نماز ریا کاری ہے، میری عبادتیں اللہ کے یہاں مقبول نہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ نماز ہی نہ پڑھی جائے، روزہ ہی نہ رکھا جائے، صدقہ ہی نہ دیا جائے وغیرہ۔ یا نماز کے دوران وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمھارا وضو ٹوٹ گیا ہے، پیشاب کے قطروں کے متعلق وسوسے پیدا کر کے انسان کو بڑی پریشانی میں ڈالتا ہے، ان تمام وساوس کا علاج یہ ہے کہ ان کی طرف دھیان ہی نہ دیا جائے۔ میں تو اسی حالت میں ہی نماز پڑھوں گا، اللہ تعالیٰ قبول کرے یا نہ کرے میرے ذمے تو حکم پر عمل کرنا ہے۔ انشاءاللہ اس دھیان سے تمام وسوسے ختم ہو جائیں گے۔

۴۔ ایمان کے متعلق وساوس:

دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں یا نہیں، مجھے دیکھ بھی رہے ہیں کہ نہیں وغیرہ۔ اِن وساوس کا علاج یہ ہے کہ باوجود ان وسوسوں کے آنے کے میں اللہ تعالیٰ کی وجود کا قائل ہوں، میں اللہ تعالیٰ کو سمیع و بصیر مانتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتا ہوں، اب چاہے یہ وساوس دن میں ایک کروڑ مرتبہ کیوں نہ آئیں اس سے ہمارے ایمان میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ انشاءاللہ رفع درجات کا سبب ہیں۔

ایک اہم بات آخر میں یہ کہ ہر قسم کے شیطانی وساوس کا علاج متبادل خیال کے ذریعہ سے اِن وساوس کی روک ہے، جب ہمارے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ پیدا ہو تو فوراً دھیان کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں، قرآن شریف کی تلاوت کریں، نہیں تو کم از کم کسی دنیاوی مباح خیال میں اپنے آپ کو مشغول کر دیں، جیسے کمرے میں مختلف چیزیں ہوں تو ان کو گننا شروع کر دیں، واہ یہ کتاب کتنی پیاری ہے، واہ اس پردے کے رنگ کتنے اچھے ہیں وغیرہ کے مباح خیالات میں جب مشغول ہونگے تو بُرے خیالات تھوڑی ہی دیر میں خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

(بیان حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کو قبر میں اتارا۔ دفن کر کے اوپر مٹی ڈال دی پھر لوگوں کی عبرت کیلئے کہا ''فاطمہؓ! فاطمہؓ ......کون جواب دے؟ ان وادیوں میں جانے والے جواب نہیں دیا کرتے۔ پھر فرمایا۔

کابی وقفت علی القبورِ مُسلِّماً　　قبرُالحبیب فَلا یرُ دُّ جوَابَ

یہ وہی فاطمہ ہے جو میرے اشارے پر تڑپ کے اٹھتی تھی۔ آج صدا بصحرا ہے میری آواز پر جواب کوئی نہیں ہے۔

اَحبِیْبُ مَا لَکَ لَاتُرَدُّجوَابنَا　　اَنسِیْتَ بَعدِی خُلَّةَا لا حُبَابِ

کیا لوگ قبر میں جا کر بھول جاتے ہیں؟ ہاں میرے خیال میں بھول ہی جاتے ہیں

لِکُلِّ اِجتِمَا عٍ مِنْ خلیْلَیْنِ فُرقَة''　　وَکُلُّ الَّذِیْ قَبلَ الْمَمَاتِ قَلِیْل

یقیناً ہر جوڑ توڑ میں بدل جاتا ہے۔ ہر ساتھ چھوٹ جاتا ہے ہر سنگ ٹوٹ جاتا ہے عورت آ کر جدا کر دیتی ہے۔ قبروں میں لوگ سو جاتے ہیں ان کے ساتھ کوئی جاگ کے نہیں سوتا آج فاطمہ مجھ سے جدا ہو گئی۔

اِنَّ ا فْتِقا دَ فَا طِمَه بَعْدَ اَ حْمَد　　دَ لِیْلٌ علیٰ اَنْ لَّا یَدومَ خَلِیْل''

انھی ہاتھوں سے پہلے میں نے محمد ﷺ کو قبر میں اتارا آج انھی ہاتھوں کے ساتھ میں نے فاطمہ کو الوداع کہہ دیا اور مجھ پر یہ بات کھل گئی یہاں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔　　(جاری ہے)

حالتِ نزع (دسویں قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ اسپیشلسٹ، کوہاٹ)

نوٹ: غلطی کی درستگی شوال/نومبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں صفحہ ۲۷ پر ایک سیرتِ نبی کا قصہ لکھا ہے جس میں نام بشیر بن عبداللہؓ لکھا گیا ہے۔ان کا نام بشیر بن عقربہؓ ہے۔پورا واقعہ دوبارہ لکھ رہا ہوں تا کہ درستگی ہو جائے۔(برائے مہربانی اپنے اپنے رسالہ میں اس نام کی درستگی کر لیں)

بشیر بن عقربہ کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ماں پہلے ہی مر گئی تھی۔انہیں پتہ چلا کہ لشکرِ اسلام مدینہ آ رہا ہے۔یہ چھوٹے بچے چھ سات برس کے بھاگے مدینہ سے باہر نکلے کہ ابا کو جا ملوں۔اونچائی پر کھڑے ہو گئے کہ اپنے ابا کو دیکھوں گا چھ سات سو کا لشکر واپس آ رہا ہے نظر دوڑائی ابا نظر نہیں آئے۔ٹولیاں ٹولیاں بن کر واپس آ رہے تھے۔پھر یہ چٹان سے نیچے اترے وہ دوڑے ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ''یا رسول اللہ! ماذا فعل ابی'' (یا رسول اللہ میرے ابا کیا ہوئے؟)۔ اللہ کے نبی کو تو پتہ تھا کہ ابا کیساتھ کیا ہو چکا ہے کہ اسے تو دفن کر کے آ رہے ہیں۔تو آپ ﷺ نے اپنے چہرے انور کو ان کی طرف سے پھیر لیا تو وہ دوسری طرف سے سامنے آئے۔پھر کہا ''یا رسول اللہ! ماذا فعل ابی''۔میرے ابا کا کیا بنا؟ تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے میرے پیارے اللہ کے نبی بھی ضبط نہ کر سکے۔وہ دوڑ کر اللہ کے نبی کی ٹانگوں سے لپٹ گئے اور بے قرار ہو کر بولے یا رسول اللہ میرا اب دنیا میں کوئی نہیں رہا باپ بھی گیا۔ماں پہلے ہی نہیں تھی۔تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اے بشیر! **ما ترضی ان یکون رسول اللہ ابا ک و عائشہ امک** ''۔اے بشیر کیا تو خوش نہیں ہے کہ آج کے بعد اللہ کا رسول تیرا باپ بن جائیگا اور عائشہ ماں بن جائیگی۔کہا بس بس میرا گھر پورا ہو گیا۔مجھے سب کچھ مل گیا۔

ایک عورت اپنا گزر بسر بکریوں کے پالنے اور خرید و فروخت پر کرتی تھی۔صبح بکریوں کو گاؤں سے دور لے جاتی اور شام ڈھلنے سے آتی یہ معمول سردیوں میں تھا۔گرمیوں میں گرم دوپہر کو واپس آتی۔اس کا ایک بیٹا تھا۔اس کے خاوند نے شادی کے کچھ عرصہ بعد اس کو طلاق دے دی تھی۔کبھی کبھی اس کا بیٹا جاتا تھا بکریوں کے ساتھ۔جب کبھی بیمار ہوتی میرے پاس آتی۔اللہ کے فضل سے جلدی ہی صحت یاب ہو جاتی۔وہ اپنی دھن میں لگی رہتی۔ایک صبح کو وہ حسب معمول بکریاں چرانے گئی لیکن جلدی ہی واپس آ گئی۔بکریاں آج غیر معمولی طور پر بے چین نظر آ رہی تھیں۔ساتھ والی عورتوں نے کہا کہ بکریاں بھوکی ہیں کیوں اتنی جلدی واپس آ گئی ہو۔ان کا پیٹ نہیں بھرا اس لئے یہ شور کر رہی ہیں۔اس نے کوئی خاص جواب نہیں دیا۔بس گم سم سی تھی۔وہ بکریوں کو پتے وغیرہ ڈالنے لگ گئی۔لیکن بکریاں پتے کھانے کے باوجود مضطرب سی نظر

آ رہی تھیں ۔ساتھ والی عورتوں نے اس سے کہا پتہ نہیں کیوں یہ اتنا ممیا رہی ہیں ۔کچھ دیر بعد وہ پڑوس میں دوسرے گھر گئی جہاں وہ کبھی کبھار آٹا گوندتی تھی ۔اس گھر کی عورت نے خاموشی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی آج میرے دل کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا ۔تھوڑی دیر کے بعد بے چین ہو کر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی تو اس عورت نے دوبارہ پوچھا اتنی جلدی واپس جا رہی ہو اس نے کہا بکریاں آج خفا ہیں مجھے گھر جانے دو ۔اس کے گھر پہنچنے پر بکریاں زیادہ بدکنے لگیں ۔بندھی ہوئی رسی کو جیسے توڑنا چاہتی ہوں ۔وہ عورت ان کے قریب گئی آنکھ سے آنسو ٹپک رہے تھے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور اپنی چارپائی کی طرف جانے لگی تو اس کی حالت غیر ہو گئی ۔زمین پر گر گئی اور زور سے ہاتھ پاؤں مارنے لگی ساتھ قریب عورتیں دوڑیں اس کو سنبھالنے ۔چارپائی پر لیٹا دیا ۔مجھے بلایا گیا میں دوڑ کر گیا تو اس کے گلے سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی گلہ دبا رہا ہو ۔اس کی آنکھیں باہر کو نکلی جا رہی تھیں منہ سے جھاگ بہہ رہی تھیں ، چہرہ نیلا پڑتا جا رہا تھا خرخر کی آوازیں تیز ہو گئی جیسے کوئی بکرے کو ذبح کر رہا ہو ۔میں نے نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ نہ ہونے کے برابر تھی ۔میں نے اس کو دل کے دورے کی ادویات میں انجکشن لگائے ۔ایک انجکشن براہِ راست دل میں لگا دیا لیکن سب بے سود ۔تھوڑی دیر بعد وہ خاموش ہو گئی ۔گردن ایک طرف ڈھلک گئی ۔عورتیں کافی اکٹھی ہو گئی تھیں ۔ایک نے تو نوحہ شروع کر دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو کس کے سہارے پر چھوڑ کے جا رہی ہو ۔بکریاں اب خاموش ہو گئی تھیں سب کی سب اپنی محسنہ کی طرف دیکھ رہی تھیں ان کا بے چین ہونا ۔ممیانا آنے والے حالات سے متعلق تھا ۔وہ نوحہ کناں تھیں اپنی محسنہ سے جدائی پر ۔ان کا دودھ اب کوئی اور دھوئے گا ۔یہ بے زبان مخلوق زبان سے سوائے مَیں مَیں کے اپنے غم کا دکھڑا بھلا کیسے سنا سکتی تھیں ۔

حضرت علیؓ جس صبح کو شہید کئے گئے اس صبح جب مسجد کی طرف جانے لگے تو آپؓ کے سامنے بطخیں کھڑی ہو گئیں اور چلانے لگیں ۔لوگوں نے خاموش کرایا تو آپؓ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں ۔دس اصحاب ہر شب آپؓ کی حفاظت کرتے تھے کیونکہ خوارج کی تخریب کاری عام تھی ۔حضرت علیؓ نے دیکھا تو فرمایا تم کیوں بیٹھے ہو انھوں نے جواب دیا کہ آپؓ کی حفاظت کرتے ہیں ۔آپؓ نے فرمایا آسمان والوں سے ؟ پھر فرمایا جب تک آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہوتا ۔بلاشبہ علی اللہ کی طرف سے ایک محفوظ باغ میں ہے ۔ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کا دفاع کرتے ہیں اور جب فیصلہ آ جاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں ۔بس آپؓ آگے بڑھے ہی تھے کہ ابن ملجم ملعون نے تلوار ماری اور آپؓ زخمی ہو کر گر پڑے ۔

جانوروں اور پرندوں کو حالات پتہ چل جاتے ہیں ۔اللہ کے محبوب بندوں سے دنیا کی ہر چیز محبت کرتی ہے ۔اللہ ہمیں بھی اپنے محبوب بندوں میں شامل کرے ۔اس عورت کی تجہیز و تکفین کی گئی ۔اس کا سامان کھولا گیا ۔ایک صندوق میں کچھ پیسے نکلے جو شاید اس عورت نے اپنے بیٹے کیلئے سنبھال رکھے تھے تا کہ اپنی زندگی میں اس کی شادی کر

سکے۔اس عورت کی بہن نے سارے پیسے اپنے قبضے میں کر لئے۔اور کچھ پیسے اس کے بیٹے کو دے دئے اور کہا ہم اس کے بیٹے پر یہ پیسے خرچ کریں گے، اس کا خیال رکھیں گے۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس کی نیت اس وقت کیا تھی۔لیکن آج وہ ذہنی مریضہ ہے۔۳ دفعہ تو میرے پاس آچکی ہے، کافی دفعہ گھر میں بے ہوش ہو چکی ہے۔ڈاکٹر حضرات کی دوائی کارگر نہیں ہوتی۔سر کا درد ٹھیک ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔جو بھی وجہ ہو لیکن لوگ کہتے ہیں اس نے اپنی بہن کے پیسے اپنے قبضہ میں لے کر ان پیسوں کا حق ادا نہیں کیا۔یتیم کا مال یتیم کو نہیں دیا۔اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔

ایک عورت بہت ہی نیک اور پارساتھی پردے کی بہت پابند۔باہر شاید ہی کسی نے دیکھا ہو۔سر میں سفید آنے کے بعد بھی اس نے پردے کو نہ چھوڑا۔ایک دفعہ میں ان کے گھر گیا ان کے خاوند کو دیکھنے جو بیمار تھے ان کے خاوند مسجد کے امام تھے۔چھوٹا سا گھر تھا۔سب بچوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔گھر میں وہ دو اکیلے تھے کبھی کبھی ان کے ساتھ ان کی بیٹی رہا کرتی تھی میں اندر داخل ہوا تو وہ عورت دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گئی اپنے چہرے کو چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا۔امام صاحب کہنے لگے ارے بڑی بی یہ اپنا بیٹا ہے۔اس عمر میں بھی اس سے پردہ کرتی ہو۔بہر حال وہ اسی حالت میں بیٹھی رہی۔جب تک میں اس گھر میں رہا۔(اس عورت کے بعد کے حالات مجھے بعد میں بتائے گئے)۔کچھ عرصہ گزرا اس کو معمولی بخار ہوا ایک رات وہ تہجد کیلئے اٹھی، وضو کیا۔تہجد کی نماز پڑھی۔پھر امام صاحب کو آواز دی جو جائے نماز پر بیٹھے اپنا وظیفہ کر رہے تھے کہ آکر مجھ پر سورۂ یٰسین پڑھیں میرا آخری وقت ہے۔جب وہ قریب آئے تو ان کا سر زمین پر لگا تھا۔اس کے چہرے کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ دیا اور تسلی دی کہ ٹھیک ہو مگر اس کے اصرار پر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔درمیان میں امام صاحب بھول گئے جس کی درستگی اس عورت نے کی۔ابھی سورۂ یٰسین پوری ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس عورت کا سانس چلنا بند ہو گیا اور اپنے اللہ سے جا ملی۔ابھی تو لوگ سوئے ہوئے تھے۔صبح کی سفیدی ابھی نمودار ہو رہی تھی۔مرغوں کی اذانیں شروع تھی جو اپنی زبان میں اللہ کی حمد بیان کر رہے تھے اللہ نیچے آسمان پر اپنے بندوں کو مخاطب تھا کہ اے میرے بندوں مجھ سے مغفرت طلب کرو میں معاف کر دوں گا۔کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اسے معاف کر دوں۔

اس عورت نے بھی اپنے رب سے راز و نیاز کی ہوگی اور اللہ نے کیسی اچھی موت دی۔اپنے پاس بلا لیا۔

امام صاحب نے اس کا سر آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔اور چہرے کو ڈھانپ لیا اور کہا کہ بڑی بی جا اپنے رب کے پاس۔اب تو میں بھی تیرے لئے نامحرم ہوں مجھ سے بھی اپنے چہرے کو چھپا لے تاکہ میں بھی تجھ کو نہ دیکھ سکوں۔برسوں چلا مسافر اپنے وطن واپس چلا گیا۔جب اس کو دفن کر کے واپس گھر پہنچا تو دل نے آواز دی، بڑی بی، بڑی بی......لیکن بڑی بی ہوتی تو جواب دیتی۔سب طرف خاموشی تھی۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

دو خط

محترم مدیر رسالہ غزالی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

خیریت کا طالب بخیریت۔

میں غزالی کا تازہ شمارہ جس میں حضرت حاجی شیر حسن صاحب مدظلہٗ کا مضمون تھا کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میرا اس مضمون کے ایک چھوٹے سے حصے کے بارے میں سوال ہے۔ انہوں (حضرت شیر حسن صاحب) نے فرمایا ہے کہ برادر حسن نواز کا اپنے لئے کتے کے لفظ کا استعمال ٹھیک نہیں اور یہ لفظ اکابر میں سے کسی نے اپنے لئے استعمال نہیں کیا، کیونکہ اس میں اشرف المخلوقات کی تذلیل ہے۔ لیکن میں نے فضائل درود شریف (از حضرت شیخ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ) میں دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصیدہ (قصیدہ بہاریہ) پڑھا ہے، جس میں انہوں نے اپنے لئے ''سگ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ؔ لگے ہے تیرے سگِ کُو، کو میرے نام سے عیب
پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزووقار
رِجاء وخوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مورومار

اب مندرجہ بالا اشعار اور شیر حسن صاحب مدظلہٗ کے مضمون کی تطبیق کس طرح ہوگی؟ اسی طرح ماہنامہ غزالی میں جو مفتی فدا محمد صاحب کی کتاب ''اکابرِ دیوبند کی تواضع'' سلسلہ وار شائع ہو رہی ہے اس میں ایک جگہ حضرت مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ آیا تھا جس کا قریب قریب مفہوم یہ تھا کہ یہ کافر بھی ہم سے اچھے ہیں کہ دنیا کا کوئی کام تو کر لیتے ہیں ہم تو وہ بھی نہیں کر سکتے۔ حالانکہ قرآنِ پاک میں ہے اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلّ۔

اسی طرح حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ کہیں

نظر سے گزر رہا ہے کہ میں تمام مسلمانوں کو اپنے سے فی الحال اور تمام کافروں کو فی المآل بہتر سمجھتا ہوں۔

اب ان سب کی تشریح کس طرح ہوگی؟

صفدر،

سال آخر ایم بی بی ایس،

ایوب میڈیکل کالج، ایبٹ آباد۔

جواب: اگر آپ حضرت حاجی شیر حسن صاحب کے مضمون پر غور کریں تو وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے بارے میں جو تواضع کے الفاظ استعمال کرے اُن کی حقیقت اُس کے اندر ہونی چاہئے۔ وہ حقیقت اندر ہو نہیں اور الفاظ کو آدمی بولے تو یہ ایک طرح کی بناوٹ اور ریاء ہو جائے گی۔ جن حضرات کا آپ نے تذکرہ کیا اُن کو یہ حال باطن میں بدرجۂ اتم حاصل تھا۔ (ڈاکٹر فدا محمد صاحب)

دوسرا خط

محترم جناب ڈاکٹر فدا صاحب السلام علیکم!

امید ہے مزاجِ گرامی بخیریت ہونگے۔ گذشتہ روز آپ سے ٹیلی فون پر شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ میں نے اپنا مسئلہ کافی حد تک بیان کر دیا تھا مگر حسبِ حکم تحریری طور پر بھی عرض کر رہا ہوں۔

ہمارا خاندان چھ افراد پر مشتمل ہے۔ میرے ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ جنکی موجودہ عمریں بالترتیب ۲۹، ۲۶، ۲۱ اور ۱۸ سال ہیں۔ میں نے ۲۰۰۰ء میں کینڈا کی امیگریشن اختیار کی تھی۔ اس سے قبل میری رہائش لاہور میں تھی جہاں میری اچھی خاصی سرکاری جاب تھی۔ جاب سے میں بغیر تنخواہ کی چھٹی پر ہوں۔ کینڈا یہ سوچ کر آئے تھے کہ بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل ہونگے اور وہ اپنا بہتر مستقبل بنا سکیں گے۔ یہاں آنے کے بعد بچوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ پارٹ ٹائم جاب بھی شروع کر دی۔ کیونکہ یہاں رہنے کا خرچہ کافی تھا۔ بچوں نے پڑھائی میں اور تعلیم میں اتنی دلچسپی نہ لی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل نہ ہوئے اور سیکنڈری اسکول کی سطح سے آگے نہ بڑھ سکے سوائے بڑے بیٹے کے ۲۰۰۴ء میں اپنے بڑے بیٹے کی منگنی میں نے اسکی رضامندی سے اپنی بڑی بہن کی بیٹی سے طے کر دی تھی اور شادی ۲۰۰۵ء میں ہوئی تھی۔ یونیورسٹی میں پڑھائی کے دوران وہ ایک لڑکی کے جال میں پھنس گیا اور خاندان میں طے شدہ رشتہ اور منگنی توڑ دی۔ اس کی اس حرکت کی وجہ سے ہم خاندان سے کٹ گئے اور کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اولاد کی خوشی کی خاطر ہم نے اس کی شادی اس کی پسند کی لڑکی سے ۲۰۰۵ء میں کر دی۔ اس لڑکی کے گھر والے اتنے چالاک اور مکار نکلے کہ

باوجود ایک شہر میں رہتے ہوئے میرے بیٹے کو ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ شادی کے دن سے ہی ہم سے علیحدہ ہوگیا اور بیوی کو لے کر الگ رہنے لگ گیا۔ کچھ عرصے تک ہمارے بیٹے نے ہم سے تعلق رکھا مگر عرصہ ۶ ماہ سے بالکل لاتعلق ہوگیا ہے۔ اب کیفیت یہ ہے کہ ماں اُسے فون کرتی ہے تو وہ فون نہیں اُٹھاتا ہے اور ایک دفعہ اُٹھایا بھی تو یہ کہہ کر کے بند کر دیا کہ وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا اور اسے فون نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے میری بیوی سخت پریشان ہے اور اسکی صحت خراب ہونی شروع ہوگئی ہے اس (بیٹے) کی اس حرکت کی وجہ سے باقی بیٹوں پر بھی اثر پڑا ہے اور وہ بھی گمراہی کے رستہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔ بیٹی میری اس وقت گریڈ ۱۲ میں پڑھ رہی ہے اور اسکے بعد اس نے کالج / یونیورسٹی جانا ہے۔ بعض دفعہ سوچتا ہوں کہ یہاں آ کر غلطی کی ہے اور اب بیٹی کو لے کر واپس پاکستان لوٹ آؤں۔ مگر پاکستان میں خاندان کے بائیکاٹ کی وجہ سے کوئی ساتھ نہ دے گا۔ ڈاکٹر صاحب میرا بڑا بیٹا بڑا فرمانبردار اور سمجھ دار تھا وہ نماز اور دین کا پابند تھا مگر اب اسے جو سسرال ملا ہے وہاں تو عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اُن لوگوں نے کچھ ایسے جادو ٹونے سے میرے بیٹے کو قابو کیا ہے کہ اسکے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت ختم ہوگئی ہے اور وہ صرف وہی کرتا ہے جو اسکی بیوی کہتی ہے۔ سب سے چھوٹا بیٹا ایک بینک میں کام کرتا ہے وہاں ایک طلاق یافتہ لڑکی اس پر ڈورے ڈال رہی ہے۔ غرضیکہ ہر طرف سے پریشانی ہی پریشانی ہے۔ میرے پاس یہاں کچھ اچھی جاب نہیں ہے ایک سیکورٹی کمپنی میں کام کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب جب سے بڑے بیٹے نے غلط قدم اُٹھایا ہے خاندان کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ آپ براہِ کرم مشورہ دیں میں کیا کروں۔ آپ سے مزید درخواست ہے کہ ہمارے حق میں دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں مزید پریشانیوں اور مشکلات سے بچائے۔ اور میرا بڑا بیٹا اور چھوٹا بیٹا راہ راست پر آ جائیں۔

فقط وسلام

خیر اندیش

جواب: آپ کینڈا گئے تا کہ آپ کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور ان کا مستقبل روشن ہو جو نہ ہوسکا بلکہ ان کو وہاں کی قباحتیں حاصل ہوگئیں اس سے پہلے کہ آپ کی بیٹی کی ہاتھوں اس کے یونیورسٹی جانے کے بعد ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے جن کا آپ کے پاس حل نہ ہو۔ آپ وطن واپس ہو جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

احوالِ قبور

(انجینئر ثاقب علی خان صاحب)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جسے وہ زندگی میں جانتا تھا اور اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مردہ زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ مختلف سندوں سے بخاری ومسلم میں ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بدر کے مقتول ایک گڑھے میں ڈال دیے گئے تھے۔ پھر آپؐ اس گڑھے کے قریب آ کر کھڑے ہوئے اور ان کے نام لے لے کر فرمایا، کیا تم نے اپنے ربّ کے وعدے کو سچا پا لیا؟ میں نے تو سچا پا لیا۔ عمرؓ بولے یا رسول اللہ کیا آپؐ ان سے خطاب فرما رہے ہیں جن کی لاشیں بھی سڑ چکی ہیں؟ فرمایا اس کی قسم جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میری بات تم بھی ان سے زیادہ نہیں سنتے، مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔ آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب دفن کرنے کے بعد لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ علاوہ ازیں آپؐ نے اپنی امت کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جب وہ مردوں کو سلام کریں تو خطاب کے ساتھ سلام کریں یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ (اے مومنو تم پر سلامتی ہو)۔ اس قسم کا خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا اور سمجھتا ہو، ورنہ یہ خطاب ایسا ہوگا جیسا معدوم و جمادات سے ہوتا ہے (جو صحیح نہیں ہے)۔ اسلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحبِ قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، جب تک کہ وہاں سے اٹھ کر نہ آ جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنے جان پہچان والے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے اور اگر کسی اجنبی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے۔

مطرف کا واقعہ: ابولسیاح کا بیان ہے کہ مطرفؒ روزانہ سویرے آ جایا کرتے تھے لیکن جمعہ کے دن اندھیرے میں کافی رات گذر جانے کے بعد آتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کوڑا اندھیری رات میں روشن ہو جایا کرتا تھا۔ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر قبرستان کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ ہر قبر دار اپنی قبر پر بیٹھا ہے۔ سب نے انھیں دیکھ کر

کہا، لو یہ مطرف ہیں جو ہمارے پاس جمعہ کے جمعہ آتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا تمھیں بھی جمعہ کے دن کی خبر رہتی ہے؟ بولے ہاں، اور اس دن پرندے جو کچھ کہتے ہیں اس کی بھی خبر رہتی ہے۔ میں نے پوچھا پرندے کیا کہتے ہیں؟ بولے سلام سلام کہتے ہیں۔

بشر بن منصور کا بیان کیا ہوا واقعہ: بشر بن منصور کا بیان ہے کہ طاعون کے زمانے میں ایک شخص قبرستان آتا تھا۔ جنازوں میں حاضر رہتا تھا اور شام کے وقت قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہتا تھا حق تعالیٰ تمہاری وحشت دور فرمائے، تمہاری غربت پر رحم فرمائے، تمہاری برائیوں سے درگذر فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک دن قبرستان نہیں گیا اور اپنے گھر آ گیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حدِّ نگاہ تک آدمی ہی آدمی ہیں۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے ہم قبرستان والے ہیں۔ پوچھا کیا کام ہے؟ بولے تم نے شام کو گھر جاتے وقت اپنے ہدیہ کا ہمیں عادی بنا دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیسا ہدیہ؟ بولے دعائیں جو تم ہمارے لیے مانگا کرتے ہو۔ میں نے کہا اچھا تو میں دعائیں برابر مانگتا رہوں گا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا۔

ابو عثمان عبد الرحمٰن ہندی کا بیان ہے کہ ایک روز ابن ساس ایک جنازے کے ساتھ تھے، معمولی کپڑے پہن رکھے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اللہ کی قسم میرا دل بیدار تھا۔ قبر سے آواز آئی یہاں سے ہٹ جاؤ، مجھے دکھ نہ دو۔ تم لوگوں کو عمل کا موقع حاصل ہے مگر یہاں کے حالات سے بے خبر ہو، اور ہمیں حالات سے آگاہی ہے مگر عمل سے مجبور ہیں۔ مجھے تمہارے جیسی دو رکعتیں فلاں فلاں چیز سے زیادہ پیاری ہیں۔ دیکھو اس قبر والے کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص اسکی قبر سے ٹیک لگائے ہوئے ہے اور اس کو نماز کا بھی علم ہو گیا۔

ابو قلابہ کا بیان ہے کہ میں شام سے بصرہ آیا اور ایک جگہ ٹھہر گیا۔ رات کو میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں صاحبِ قبر کو دیکھا کہ شکوہ کر رہے ہیں کہ آج رات تم نے مجھے ایذا پہنچائی۔ پھر فرمایا کہ تم عمل کرتے ہو اور حالات سے بے خبر ہو، اور ہم حالات سے خبردار ہیں مگر عمل سے محروم ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم نے جو دو رکعت نماز پڑھی یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا حق تعالیٰ دنیا والوں کو اچھا بدلہ عطا فرمائے ہماری طرف سے ان کو سلام کہنا، ان کی دعاؤں سے ہمیں پہاڑوں جیسا نور میسر آتا ہے۔

مطرفؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم موسمِ بہار میں تفریح کو نکلے، ہمارے راستے میں ایک قبرستان پڑتا تھا۔ ہم نے سوچا کہ جمعہ کے دن اس میں جائیں گے۔ آخر جمعہ کے دن ہم اس میں گئے تو ایک جنازہ دیکھا۔ میں نے سوچا کہ اس جنازہ میں بھی شریک ہو جاؤں، آخر میں اس میں شریک ہو گیا۔ پھر میں قبر کے پاس ہی ایک گوشے میں بیٹھ گیا، پھر میں نے ہلکی دو رکعت نماز پڑھی۔ دل کہہ رہا تھا کہ دوگانہ کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر مجھے اونگھ آ گئی، خواب میں صاحبِ قبر کو دیکھا فرما رہے

ہیں کہ تم نے دوگانہ ادا کیا جس کا تمہارے خیال میں حق ادا نہ ہوسکا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ فرمایا تمھیں عمل کا موقع ہے اور حالات سے بے خبر ہو اور ہمیں حالات کا علم ہے مگر عمل کا موقع حاصل نہیں۔ اگر میں تمہارے دوگانہ پر قادر ہوتا تو مجھے یہ دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیارا تھا۔ میں نے پوچھا یہاں کون ہیں فرمایا تمام مسلمان ہیں اور تمام خیر و سعادت والے ہیں۔ پوچھا سب سے اونچے درجے والا کون ہے؟ انھوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ اسے میرے پاس بھیج دے کہ میں اس سے کچھ باتیں کرلوں۔ اتنے میں اس قبر سے ایک نوجوان نکلا۔ میں نے پوچھا کیا آپ سب سے افضل ہیں؟ بولا لوگ تو یہی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کیا عمل کرتے تھے، عمر تو کچھ ایسی ہے نہیں کہ میں یہ رائے قائم کرسکوں کہ کثرت سے حج اور عمرے کیے ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہوگا، اور بڑے بڑے عمل کیے ہوں گے۔ بولا میں دنیا میں مصائب میں گرفتار رہتا تھا اور صبر کرتا تھا۔ اسی وجہ سے میرا مقام سب سے اونچا ہے۔

خوابوں کا اتفاق اتفاقِ روایات کی طرح ہے: اگرچہ مذکورہ بالا خوابیں اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے حجت نہیں ہیں لیکن اس موضوع پر خوابیں بے شمار ہیں۔ اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری رائے میں تمہارے خواب اس بات پر متفق ہیں کہ شبِ قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی مسئلہ پر مومنوں کے خوابوں کی موافقت ان کی روایت و رائے کے قائم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ چیز اچھی یا بری ہے جو ان کے نزدیک اچھی یا بری ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ دلائل سے بھی ثابت کیا گیا ہے، خوابوں کے واقعات تو بطورِ شہادت کے ہیں۔

سلیمان بن نعیم فرماتے ہیں میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا یا رسول اللہ! لوگ آپؐ کی قبر مبارک کے پاس آتے اور سلام کرتے ہیں، کیا آپ کو خبر ہو جاتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دے دیتا ہوں۔

شبیب بن شیبہ فرماتے ہیں مرتے وقت میری والدہ نے مجھے وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہنا کہ اے ام شبیب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو۔ فرماتے ہیں پھر دفن کرنے کے بعد میں نے ان کی قبر کے پاس ٹھہر کر ان کی وصیت کی تکمیل کی۔ رات کو انھیں خواب میں دیکھا فرما رہی ہیں کہ اگر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مجھے نہ سنبھالتا تو میں ہلاک ہو جاتی۔ شاباش بیٹا تم نے میری وصیت یاد رکھی۔

ایوب بن عینیہ کی اہلیہ فرماتی ہیں میں نے سفیان بن عینیہ کو خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں کہ اللہ پاک میرے بھائی ایوب کو جزائے خیر دے وہ میری کثرت سے زیارت کرتے ہیں، آج بھی وہ میرے پاس آئے تھے۔ ایوب بولے ہاں آج بھی میں قبرستان گیا تھا اور سفیان کی قبر پر بھی گیا تھا۔

صعب اور عوف رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے تھے اور انھیں یقین تھا کہ ہم میں سے

جو پہلے مرجائے گا تب بھی یہ باہمی محبت ختم نہ ہوگی اور خواب ہی میں ملاقات ہوجایا کرے گی۔ پہلے صعبؓ فوت ہوئے، عوفؓ نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ آئے ہیں۔ میں نے پوچھا بھائی جان آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ بولے مصائب کے بعد ہمیں بخش دیا گیا۔ میں نے ان کی گردن میں ایک سیاہ دھبہ دیکھا، پوچھا یہ سیاہ دھبہ کیسا ہے؟ بولے یہ دس دینار ہیں جو میں نے فلاں یہودی سے قرض لیے تھے، وہ میرے پاس جو سینگ تھا اس میں ہیں، انھیں نکال کر اسے دے دو۔ میرے گھر میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان سب کی مجھے خبر ہوجاتی ہے، حتّٰی کہ آج سے چند دن پہلے ہماری بلی مرگئی تھی اس کی بھی خبر مل گئی۔ دیکھو میری بچی چھ دن کے بعد فوت ہوجائے گی اس لیے اس کی خاطر تواضع کرو۔ صبح کو میں ان کے گھر گیا، گھر والے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور شکوہ کیا کہ آپ کا اپنے بھائی کے پسماندگان کے ساتھ یہی سلوک رہ گیا کہ صعب کی وفات کے بعد آج تک آپ نے شکل نہیں دکھائی ہے۔ میں نے معذرت کی۔ پھر سینگ اتروایا، اس میں سے ایک تھیلی برآمد ہوئی جس میں دینار تھے۔ پھر میں نے یہودی کو بلاکر پوچھا تمہارا صعب پر کچھ قرضہ تو نہ تھا؟ بولا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ اللہ کے رسول کے بڑے اچھے صحابی تھے، جو کچھ قرض تھا میں نے انھیں معاف کردیا۔ میں نے کہا بتاؤ کتنا قرض تھا۔ بولا دس دینار تھے۔ میں نے دس دینار اسے دے دیے۔ بولا اللہ کی قسم یہ بعینہٖ وہی دینار ہیں جو میں نے دیے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے دل میں سوچا خواب کی ایک بات تو سچ ہوئی۔ پھر میں نے گھر والوں سے پوچھا کیا صعب کی وفات کے بعد گھر میں کچھ نئے واقعات پیش آئے ہیں؟ گھر والوں نے بتایا فلاں فلاں واقعہ پیش آیا ہے، یہاں تک کہ بلی کی موت کا واقعہ بھی بتایا۔ فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا دو باتیں سچی ہوئیں۔ پھر میں نے پوچھا میری بھتیجی کہاں ہے؟ بولے کھیل رہی ہے۔ میں نے اس کے پاس جاکر اسے چھوا تو پنڈا (بدن) گرم تھا اور اسے بخار تھا۔ میں نے کہا اس کی تم خاطر تواضع کرو۔ پھر وہ چھ دن کے بعد مرگئی۔

عوف صحابی تھے اور سمجھدار تھے۔ موت کے بعد خواب میں جو صعب نے انھیں وصیت کی تھی اسے چند قرائن سے صحیح سمجھ کر (جو خواب ہی میں بتا دیے گئے تھے) ان کی وصیت نافذ فرمادی۔ مثلاً خواب میں بتادیا گیا تھا کہ دس دینار ہیں، سینگ میں ہیں، پھر یہودی سے پوچھنے پر خواب کی تصدیق ہوگئی اور عورت نے خواب کو حقیقت پر مبنی سمجھ کر یہودی کو دینار دے دیے۔ یہ بھی ایک قسم کا فقہ ہے جو ذہین و وسیع معلومات والے علماء کا حصہ ہے اور وہ تو صحابی تھے۔

(بحوالہ ’’کتاب الروح‘‘ حافظ ابن قیمؒ)

ملفوظاتِ شیخ

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

حق اور باطل: فرمایا کہ باطل کی مثال مُردے کی طرح ہے۔ جس طرح مُردے کو کندھا دینے کے لئے چار بندوں کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح باطل کو کھڑا ہونے کے لئے چار چیزوں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور وہ چار چیزیں ہیں..... زَر، زَن، زمین اور زور۔ جبکہ حق ہر دور میں زندہ رہا ہے۔ اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کے لئے اسے کسی کی ضرورت نہیں پڑتی سوائے اللہ ربّ العزت کے آگے زاری کے۔

ماھنامہ غزالی کی ابتداء: فرمایا کہ رسائل کی شکل میں بار بار مختلف مضامین کو بطور یاد دہانی سامنے لا کر عمل کا جذبہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ہر سلسلہ اور تنظیم کے افراد کی باہمی مناسبت اور یگانگت ہوتی ہے۔ اپنے سلسلہ کی چیز سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور اس کی اشاعت کے لئے زیادہ فکر مند ہوتے ہیں نیز ماہنامہ سلسلہ کے افراد کے باہمی ربط کو زیادہ کرنے اور سلسلے کی اطلاعات پہنچنے کا مؤثر ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے فائدے سے خالی کسی صورت نہیں ہوتا۔ ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رسالہ "ماھنامہ غزالی" کا آغاز کیا۔

ووٹ دینے میں بہت احتیاط کی جائے: فرمایا کہ ووٹ دینا واجب ہے اور صحیح آدمی کو دینا بھی واجب ہے (بحوالہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)۔ ووٹ کا معاوضہ بصورت مال لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، اور ایسے ہی ہے جیسے کہ خنزیر کا گوشت کھانا۔ مال کے علاوہ کسی اور لالچ میں بھی ووٹ دینا حرام ہے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو شراب کے رسیا ہوں، نماز کے تارک ہوں، مساجد کا منہ تک نہ دیکھتے ہوں وہ مسلمانوں کے کس طرح نمائندہ بن سکتے ہیں! ایسے لوگ جنھوں نے ماضی میں ملک کو لوٹا، اور قوم کا پیسہ کفار کے بینکوں میں منتقل کیا، اور ملک کے عوام کو تکالیف کی چکی میں پستا ہوا چھوڑ دیا وہ کیسے قابل اعتماد ہو سکتے ہیں!

بندہ کے ایک واقف کار نے حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحب سے ووٹ دینے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے پوچھنے والے سے سوال کیا کہ جب تم اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ دیتے ہو تو کیسے دیتے ہو؟ آدمی نے جواب دیا کہ خوب دیکھ بھال کر اس بات کی تسلی کرتے ہیں کہ آدمی دِیندار ہو اور ہر لحاظ سے قابل اعتبار ہو، تا کہ بعد میں بچی کے لیے سکھ اور سہولت ہو اور وہ مصیبتوں کی بھٹی میں نہ دھکیلی جائے۔ مولانا ظاہر شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایسے ہی ووٹ بھی دینا ہے۔ لہٰذا ووٹ دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر اور جہنم کی ہولناکیوں اور جنت کی رعنائیوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ (مولانا ظاہر شاہ صاحب رائے ونڈ کے امیر گزرے ہیں)۔

درُود شریف کی برکات: فرمایا کہ کثرتِ درُود شریف جس کی کم سے کم حد تین سو دفعہ روزانہ پڑھنا ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ باطن کو صاف فرماتا ہے، زندگی سہولت والی بناتا ہے، رزق میں برکت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور ایسے آدمی کے معاملات میں حضور ﷺ خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ساتھ ہی آدمی اتباعِ سنت کی کوشش کرے۔

اتباع سُنت میں ہی کامیابی پوشیدہ ہے: فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی کتاب ''سلوکِ سلیمانی'' کی تعارفی تقریب ہورہی تھی۔ایک عالم نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ کسی اللہ کے نیک بندے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب قبول ہوگئی ہے اور فلاں صفحے کی وجہ سے قبول ہوئی ہے۔اس صفحے کو جو کھول کر دیکھا تو اس پر یہ سادہ سا مضمون لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز سنت ہے جو حضور ﷺ کی سنت کا اتباع کرے گا وہ بڑی کامیابیوں سے ہمکنار ہوگا۔تو آدمی کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جناب رسول ﷺ کی سنت سے دونوں جہانوں کی کامیابی ملے گی۔شیطان آدمی کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔

اَلشَّیطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلاً وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. (البقرہ:۲۶۸)

ترجمہ: ''شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔''

شیطان تنگدستی کا خوف دِلاتا ہے کہ فلاں نیک کام کرو گے تو اس سے یہ نقصان ہوجائے گا۔اور بے حیائی اور بری باتوں کی تعلیم دیتا ہے کہ فلاں گناہ کرو گے تو یہ فائدہ ہوگا۔سنت پر عمل کرو گے تو لوگ اچھا نہیں جانیں گے۔اصل میں یہ لوگوں کا مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ کسی عمل کو کر کے آدمی کے اپنے دِل میں احساس کہتری ہو تو اس کا اثر لوگوں پر بھی آتا ہے۔اور اگر احساس کہتری نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو نقصان ہو، بلکہ سنت میں تو دُنیا کا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے۔اگر اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہر چیز کو کھول کر واضح فرمادیتے تو دُنیا دار لوگ اعمال صالحہ میں دِینداروں سے زیادہ کوشش کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس فائدے کو پردۂ غیب میں رکھا ہے۔انسان اپنے دِل میں یہ مضبوطی سے رکھے کہ سنت پر عمل کرنے سے دُنیا اور آخرت میں ضرور بالضرور فائدہ ہوتا ہے۔شیطان تو مکڑی کا جالا بُنتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ یہ لوہے کی سلاخیں ہیں تم انھیں پار نہیں کرسکتے۔لیکن جوں ہی آدمی پھونک مارتا ہے تو سب غائب ہوتا ہے اور آدمی پار ہوجاتا ہے۔

معصیت اور تقویٰ کے راستے: فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک کانفرنس ہورہی تھی جس میں دواؤں اور میڈیکل کے آلات کی کمپنیوں نے اسٹال لگائے ہوئے تھے۔جیسا کہ آجکل خیال ہے کہ خوبصورت عورتوں کو سیلز گرل رکھا جائے تو کاروبار زیادہ چلے گا، ہر ایک نے یہ کوشش کی ہوئی تھی کہ ڈاکٹروں کا ماحول ہے اس لیے خوبصورت سے خوبصورت لڑکی

کھڑی کریں۔لیکن ایک کمپنی نے اپنے سیلز مین کے طور پر پوری داڑھی والے باشرع آدمی کو کھڑا کیا ہوا تھا، وہ بالکل کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس کا اسٹال پورا آباد رہا۔ہم نے کہا کہ اپنے اپنے یقین کی بات ہے ایک نے معصیت سے روزی ملنے کا یقین کیا ہوا تھا اور دوسرے کو تقویٰ سے روزی ملنے کا یقین تھا۔تاثیر یقین کی ہے، جہاں یقین جمالو اس کے اثرات آئیں گے۔قسمت کی روزی دونوں کو مل رہی ہے لیکن ایک کو معصیت کے راستے سے اور دوسرے کو تقویٰ کے راستے سے۔

نیکی پر جمنے کے لئے آزمائش شرط ھے: فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ دِل میں یقین کو دُرست رکھے۔ ہمارے ایک مجذوب دوست تھے، تبلیغی مرکز میں رہتے تھے۔مہینے دو مہینے میں ایک بار جوش میں آتے تھے، بیان تقریر وغیرہ تو نہیں کرتے تھے بس پانچ منٹ اُٹھکر بات کرتے تھے۔کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت والا ہے، وہ کبھی پیچھے نہیں چھوڑے گا۔اگر آپ اس کی ذات پر، اس کے نام پر اور اس کے دِین پر غیرت کریں گے تو وہ کبھی پیچھے نہیں چھوڑے گا بلکہ غیب سے کام دُرست ہوں گے۔ کچھ آزمائش تو ضرور ہوتی ہے کہ آیا یہ آدمی اپنی نیکی پر جمتا ہے یا نہیں۔امتحان تو ہوگا، اگر بغیر امتحان کے دے دیا جائے تو کچھ نہ ہوا۔لیکن جب آدمی جمتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔جمنے کی آزمائش نہ ہو تو مدد نہیں آیا کرتی۔اس وقت آدمی کو جھڑجھڑایا جاتا ہے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جھڑجھڑایا گیا۔

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا. (الاحزاب۔۱۱) ترجمہ: ''اور جھڑجھڑائے گئے زور کا جھڑجھڑانا۔''

لہٰذا آزمائش تو ہوتی ہے اور جب آدمی آزمائش میں جمتا ہے تو برکت کا دروازہ کھلتا ہے۔تو آدمی سنت پر جمے، جس طرح سیاسی لوگ کہا کرتے ہیں کہ سٹینڈ (stand) لیں۔تو آدمی کا یہ اِرادہ ہو کہ کوئی کرے یا نہ کرے میں نے کرنا ہے، چاہے کرنے سے ظاہری دُنیاوی ترقی ہوتی ہے یا تنزل ہوتا ہے۔جب ایسا جمے گا تو برکت کا دروازہ کھلے گا۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا نُسخہ: فرمایا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچاننا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعلق کو دِل میں پیدا کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور کمالات کا تذکرہ کر کے، کثرتِ دُرود شریف اور اتباعِ سنت کے ساتھ جب آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت میں آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

فہم و فراست: شریعت فہم و فراست کا نام ہے کہ کس وقت کونسی بات زیادہ ضروری ہے۔حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے والد مولانا یحییٰ صاحبؒ کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور شاگرد اُن پر پانی کے ڈول ڈال رہے تھے۔ایک مولوی صاحب کے دِل میں خیال آیا کہ یہ تو اسراف کر رہے ہیں، غسل کے لیے تو پانچ رتل پانی چاہیئے ہوتا ہے جو تقریباً اڑھائی سیر بنتا ہے۔مولانا یحییٰ صاحبؒ پر کشفاً اس کا حال کھل گیا تو اُنھوں نے کہا کہ اس نیت سے پانی ڈال رہا ہوں کہ بدن ٹھنڈا ہو اور طبیعت تازہ ہو جائے تاکہ خوب بشاشت، جوش اور تحقیق کے ساتھ دِین کی بات بیان کیجا سکے۔تو دِین اس فہم و فراست کا نام ہے۔اس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی ایسی دِینی مجلس اختیار کرے جہاں رذائل کی بات ہوتی ہو، اُن کے

زائل کرنے کا طریقہ بتایا جاتا ہو، فضائل کو حاصل کرنے کا تذکرہ ہوتا ہو، اور ان کتابوں کا مطالعہ کرے جن میں فضائل و رذائل کا تذکرہ ہو، جیسے ہمارے سلسلے کی تربیت السالک ہے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ ہیں۔ اور پھر آدمی کثرت ذِکر کا اہتمام کرے گا اور اپنی نگہداشت کرے گا تو اس کا دینی فہم بڑھتا جائے گا۔

ریاء: فرمایا کہ مہم شے جو ہے وہ رذائل کو پہلے دُور کرنا ہے۔ تبلیغ میں آدمی شروع میں جاتا ہے تو اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ مجھے اصلاح کی ضرورت ہے، تو اس کو واقعی بہت فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی آدمی تقریر کرنے والا ہو جاتا ہے، امیر بنتا ہے اور مشورے میں بیٹھنے والا ہوتا ہے تو بہت خطرے میں ہو جاتا ہے۔ رذائل کے دُور کرنے کا تو انتظام ہوتا نہیں تو آدمی کا نفس پھولنے لگتا ہے، اور آدمی رذائل میں اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ اتنی ترقی بے نمازی اور بغیر ڈاڑھی والا بھی نہیں کیا ہوا ہوگا۔ ایسا آدمی جب دوسرے کے بیان میں بیٹھتا ہے تو اندر سے یہ فکر کر رہا ہوتا ہے کہ اس کا بیان میرے بیان سے بڑھ نہ جائے، اور اس کی تقریر میری تقریر سے اچھی نہ ہو جائے۔ یہی تو وہ ریاء ہے جس کو شرک کہا گیا ہے۔

جب کسی مولوی صاحب سے کہا جائے کہ فلاں دُکاندار نے ۵۰،۰۰۰ روپے کمائے ہیں تو اس کو کوئی افسوس نہیں ہوتا اور یہ کہے گا کہ الحمدللہ کہ ہمارے دِل میں تو دُنیا کی طلب ہی نہیں ہے، اور ہمارا دِل پاک ہوگیا ہے، لیکن جب ان سے یہ کہا جائے کہ فلاں مولوی صاحب نے ایسا زبردست بیان کیا ہے کہ لوگ حیران رہ گئے، تو اب یہ مولوی صاحب دِل میں جلیں گے۔ مولوی صاحبان کی دُنیا یہ ہے، وہ پچاس ہزار روپے نہیں ہیں، اور اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب حیثیت کا ٹکراؤ آتا ہے۔

باطن کی اصلاح: فرمایا کہ اپنے باطن کو رذائل سے پاک کرنے کے لئے سخت اور مشقت کے دور سے گزرنا ہوتا ہے۔ جب بیعت میں آدمی اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرتا ہے تو یہ نیت کرنا ہوتی ہے کہ آپ میری زندگی کو دیکھ دیکھکر تشخیص کریں گے اور جب تشخیص ہو جائے گی تو مجھ کو ٹوکیں گے تاکہ میری اصلاح ہو جائے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ بیعت آدمی اس وقت کرے جب اس بات کے لیے تیار ہو کہ اگر مجھے کدو، کریلا کہیں گے تو میں برداشت کروں گا۔

القائے شیطانی: فرمایا کہ ایک بزرگ کے حالات میں ہے کہ ان کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ جہاد میں شامل ہو کر شہید ہو جاؤں۔ جب باطن میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ تو القائے شیطانی ہے، خوب حیرت ہوئی کہ اتنا صالح جذبہ شیطان کی طرف سے کیوں القاء کیا جا رہا ہے۔ کافی عرصہ غور کرنے کے بعد آگاہی ہوئی کہ تو جو دِین کا کام کر رہا ہے اور اس سے اتنا فائدہ ہو رہا ہے اس پر شیطان تنگ ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ایک نیکی حاصل کر کے مر جائے تاکہ اس سے جان چھوٹے۔ اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی ماہرین سے پوچھ پوچھ کر چلے، فقہی مسائل کا مفتی سے پوچھنا ضروری ہوتا ہے

اور اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری باطن کے مسائل کا پوچھنا ہوتا ہے، جس کے لیے مشائخ کے پاس جانا ہوتا ہے، ورنہ رذائل کے راستے سے شیطان آدمی کو تباہ کردیتا ہے۔

شیطانی دھوکہ: فرمایا کہ ایک دِن ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب ملنے کے لیے آئے، انھوں نے اپنی گھر والی کو فون کیا ہوا تھا کہ میں تمہارا برقعہ بنانے کے لیے کپڑا لایا ہوں۔ برقعہ پہنو، اگر نہیں پہنتی ہو تو سامان لے کر گھر چلی جاؤ، اس کو طلاق دینے کے لیے تیار تھے۔ دونوں میاں بیوی کے امتحانات بھی جاری ہیں، اور بیوی کو ذہنی تکلیف بھی لاحق ہے۔ تو میں نے اس ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ برقع والی بات تجھے شیطان نے کہی ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ ہم اتنا زبردست دِینی عزم (stand) لے کر آئے اور یہ مولوی صاحب کیا کہہ رہے ہیں! میں نے کہا کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس موقع پر تُو علیحدگی کرے تاکہ تُو اور تیری گھر والی پریشان ہوں دونوں کے امتحانات پر اثر پڑے اور بیوی کی دماغی تکلیف بھی بڑھ جائے، تم دونوں کا دُنیا کا نقصان ہو اور پھر بعد میں دِین بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ ہم تو کمزور اور دُنیا دار لوگ ہیں اگر ہماری دُنیا ضائع ہو جائے تو دِین بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے دُنیا کے معاملوں میں .... میں ساتھیوں کے ساتھ سہولت کا معاملہ کرتا ہوں، ایسی ترتیب ان کو بتاتا ہوں کہ آسانی سے چلیں۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ذرا مجاہدہ آیا تو دِین سے بھی جائیں گے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو احسانی بندے ہیں۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور سہولتیں ہوتی رہتی ہیں تو ہم چلتے رہتے ہیں، اور اگر ذرا تکلیف اور مجاہدہ آجائے تو گھبرا کر دِین کو ہی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ تو کمالِ اخلاص کے ہوتے ہوئے بھی شیطان دھوکہ دیتا ہے۔

شیطان سے بچاؤ کی دُعاء: فرمایا کہ شیطانی حربوں سے بچاؤ کے لئے یہ دُعاء کرتے رہنا چاہیے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباع وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

''یا اللہ ہمیں حق کو حق کر کے دِکھا اور اس کا اتباع ہمیں نصیب فرما اور باطل کو باطل کر کے دِکھا اور اس سے بچنا نصیب فرما۔''

یہ دُعا بہت ضروری ہے کہ فہم میں اگر کوتاہی آجائے تو شیطان طرح طرح کے نورانی حجابوں میں مبتلاء کر کے بڑی سخت مار دیتا ہے۔ نورانی حجاب علماء، مشائخ اور صالح لوگوں کو ہوتے ہیں۔ جبکہ عام لوگ جھوٹ، چوری، ڈاکہ، غیبت، زنا، فریب، دھوکہ وغیرہ میں مبتلاء ہوتے ہیں، شیطان کا کام بھی آسان ہے اور وہ ان سے فارغ ہے۔ یہ تو automatic چل رہے ہیں۔ (از بیانات ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

تبصرہ کتب

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ کے اصلاحی خطبات تحریر کردہ جناب پروفیسر ڈاکٹر شیر حسن صاحب اور مرتبہ جناب پروفیسر ڈاکٹر نعمان صاحب ملے۔ نعمتِ غیر مترقبہ ہاتھ آئی۔ بندہ نے از اول تا آخر تقریباً ایک ہفتہ میں پڑھ ڈالے۔ یہ بیانات بندہ نے حضرت کی زندگی میں آپ کے سامنے بیٹھ کر سنے ہوئے تھے اور مضامین زبانی یاد بھی تھے۔ ایسے محسوس ہوا گویا سامنے بیٹھے بول رہے ہوں۔

؎ خدا جانے مجھے ساقی نے کیا دے کر پلایا ہے
وہ کب کا جا چکا لیکن نظر آتا ہے محفل میں

اللہ تعالیٰ تحریر کنندہ جناب پروفیسر حاجی شیر حسن صاحب اور مرتب کنندہ جناب پروفیسر نعمان صاحب کو اجرِ عظیم نصیب فرمائے۔

ایک بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ۳۶۳ صفحات میں سے ۷۵ صفحات کے علاوہ تقریباً ۲۸۹ صفحات پر ایک ایک، دو دو، تین تین بعض جگہ چار چار مذکر مؤنث، واحد جمع اور اردو گرامر و قواعد کی غلطیاں ہیں۔ اشعار کو درست کرنے کی ضرورت ہے جو عموماً پشتو بولنے والوں کو محسوس نہیں ہونگی۔ اردو والا طبقہ اسے محسوس کرے گا۔ اُن سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ اردو کے صفِ اول کے ادیب اور مقرر تھے جن کی تحریر میں بیک وقت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ جھلکتا تھا۔ جب کہ آپ کا بیان عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مقرر کی یاد کو تازہ کرتا تھا۔ اس کی زندہ مثال آپ کی کتابیں شاہراہِ معرفت اور حدیثِ ناگفتنی ہیں۔ چونکہ کتاب پرتاثیر ہے اس لئے اس بات سے قطع نظر کریں۔

چند جگہ تاریخی اور علمی فروگذاشتیں آئیں ہیں۔ صفحہ نمبر ۹۳ میں سطر ۱۰ پر حضرت عبدالقادر رائے پوری صاحبؒ کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ حضرت موصوف کا سلسلہ قادریہ ہے اور آپ حضرت عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خلیفہ ہیں اور اخوند عبدالغفور سیدو باباؒ سے منسلک ہیں۔ صفحہ

۲۵۸ سطر ۱۴ میں لکھا گیا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں استنبول ہم سے چھینا گیا۔تو یہ بات درست نہیں ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں استنبول نہیں چھینا گیا بلکہ خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ کیا گیا۔اس پر لائیڈ جارج نے کہا کہ ہم نے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے لیا۔صفحہ ۲۶۹ سطر ۱۱ پر لکھا گیا ہے ''ان کی پہلی ٹکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے زمانے میں شام کے میدانوں میں ہوئی۔ پھر صلاح الدین ایوبیؒ کے ساتھ قسطنطنیہ کے فتح کے وقت ہوئی۔'' صلاح الدین ایوبیؒ نے قسطنطنیہ نہیں بلکہ بیت المقدس فتح کیا تھا۔آگے پھر اسی غلطی کو دہرایا گیا ہے۔''قسطنطنیہ کی فتح نے ان کے دلوں میں ایسی کھلبلی پیدا کی کہ لارڈ جارج نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں سے بدلہ لے لیا'' تو دراصل یہ قسطنطنیہ کی فتح نہیں بلکہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ تھا اور مذکورہ شخص لارڈ جارج نہیں بلکہ لائیڈ جارج ہے۔

صفحہ ۲۸۲ سطر ۱۴ پر خارجیوں کے حملہ اور تین حضرات حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے۔کتاب میں لکھا گیا ہے کہ ''حضرت امیر معاویہؓ بیماری کی وجہ سے نماز میں تشریف نہ لا سکے، جبکہ حضرت عمرو بن العاصؓ حملے میں زخمی ہوئے۔صحیح واقعہ یوں ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نماز میں تشریف نہ لا سکے، جبکہ حضرت امیر معاویہؓ حملہ میں زخمی ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ)

صفحہ ۳۴۲ سطر ۱۵ جب تک توحید تامہ کا رسوخ نہ ہو جائے گا تو نسبت اویسیہ یا قادریہ کے متعلق سوچنے سے مبتدیوں کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔یہ عقیدہ کہ صرف سوچنے سے شرک میں مبتلا ہو جائے یہ کسی محقق اہل حق کا عقیدہ نہیں صرف سوچ سے آدمی مشرک نہیں ہوتا۔ارادہ یعنی اقرار لسان اور تصدیق قلبی عقیدہ کے لئے اور عمل باقی اعمال کے لئے ضروری ہے۔صفحہ ۳۴۳ پہلی سطر ''اگر نسبت قوی نہیں ہو گی تو یوں سمجھتے ہوں گے کہ حضور ﷺ یا عبدالقادر سے مل رہا ہے''۔حضرت مولاناؒ کبھی اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں فرماتے تھے۔بلکہ میرے آقا و مولیٰ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ،اس کے بعد تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا ہے، جس میں آپ نے اس بات کو سمجھایا ہے، دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ساتھیوں کے خیال میں اس تبصرہ سے دل آزاری کا خطرہ تھا جس پر بندہ نے عرض کیا کہ کتاب کے مرتب محقق شیخ کے محقق خلیفہ ہیں ایسے حضرات اس طرح کی باتوں سے خفا نہیں ہوا کرتے بلکہ خوش ہو کر شکریہ ادا کیا کرتے ہیں اور دعا دیا کرتے ہیں۔

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (چودہویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تواضع

پیدائش ۱۸۶۳ء وفات ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء

آپ نے اعلانِ عام کیا تھا کہ کوئی شخص میرے پیچھے نہ چلے، میرے ساتھ نہ چلے، جب میں تنہا کہیں جا رہا ہوں تو مجھے جانے دو۔ حضرت فرماتے تھے کہ مقتدا کی شان بنانا کہ جب آدمی چلے تو دو آدمی اس کے دائیں طرف اور دو اس کے بائیں طرف چلیں، میں اس کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ جس طرح ایک عام انسان چلتا ہے اسی طرح چلنا چاہئے۔ ایک مرتبہ آپ نے اعلان فرمایا کہ اگر میں اپنے ہاتھ سے کوئی سامان اٹھا کر جا رہا ہوں تو کوئی شخص آکر میرے ہاتھ سے سامان نہ لے، مجھے اسی طرح جانے دو تا کہ کوئی امتیازی شان پیدا نہ ہو اور جس طرح ایک عام آدمی چلتا ہے اسی طریقے سے چلوں۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ دہلی میں جامع مسجد کے منبر پر بیٹھ کر وعظ فرما رہے تھے، بہت بڑا مجمع سامنے بیٹھا ہوا تھا، وعظ فرماتے فرماتے کہنے لگے کہ آج میں ایک بات آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں اور یہ بات مجھ ہی سے سنیں گے اور کسی سے سننے میں نہیں آئے گی اور میں یہ بات ''تحدیث بالنعمت'' کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ یہ علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی القا فرمایا ہے۔ یہ بات کہنے کے بعد ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو گئے پھر فرمایا ''استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ'' میں نے یہ جملہ کہہ دیا کہ یہ بات آپ مجھے ہی سے سنیں گے اور کہیں سننے میں نہیں آئے گی، یہ تو دعویٰ اور تعلّی ہے اور میں نے اپنی بڑائی بیان کی ہے اور اس کو میں نے تحدیث بالنعمت کا نام دے دیا ہے لہٰذا میں اس پر استغفار کرتا ہوں استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ، اوّل تو میں نے اپنی بڑائی بیان کی اور پھر اس بڑائی کو ''تحدیثِ نعمت'' کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی اور قاعدہ ہے کہ ''توبة السر بالسر ولعلانية بالعلانيه'' کیونکہ یہ گناہ میں نے اعلانیہ کیا تھا اس لیے توبہ بھی اعلانیہ کرتا ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ عین وعظ کے دوران یہ کام کیا، اس طرح کوئی دوسرا کر کے دکھائے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو مِٹا چکا ہو اور اپنے کو فنا کر چکا ہو اور پھر نفس کی باریک چالوں سے باخبر ہو اور اپنے نفس کی نگرانی کرتا ہو اور اس کا احتساب ہمہ وقت کرتا ہو۔ (اصلاحی مجالس: ج ۱ ص ۳۴)

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے حضرت مفتی محمد حسنؒ سے

فرمایا کہ جب میں حضرت تھانویؒ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے ہیں سب مجھ سے افضل ہیں اور میں ہی سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ ہوں۔ حضرت مفتی حسن صاحبؒ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ پھر دونوں نے مشورہ کر کے فرمایا کہ ہم حضرت تھانویؒ کے سامنے اپنی اس حالت کا تذکرہ کرتے ہیں معلوم نہیں کہ اچھی حالت ہے یا بری۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کی کہ حضرت آپ کی مجلس میں ہم دونوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ حضرت نے جواب دیا کچھ فکر کی بات نہیں آپ جو حالت بیان کر رہے ہیں تو میں آپ سے حقیقت کہتا ہوں کہ جب میں مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ اس مجلس میں سب سے نکما اور ناکارہ میں ہی ہوں، یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔ یہ ہے تواضع کی حقیقت۔

حضرت کی اعظم خصوصیات میں سے ہے کہ اپنی تصانیف کے تسامحات سے جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ ہوتا رہتا اس سے رجوع فرماتے اور اس رجوع کو شائع بھی فرماتے رہے ہیں اور اس سلسلے کا ایک خاص لقب ''ترجیح الرّاجح'' تجویز کیا جو مستقل طور پر جاری رہا۔ اس سلسلے میں جہاں حضرت کو اپنے تسامح پر شرح صدر ہو جاتا وہاں رجوع فرما لیتے اور جہاں تردد ہوتا وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرما دیتے کہ دیگر علماء سے تحقیق فرماویں۔ اس سلسلے میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ ترجیح الراجح اس زمانے میں ایک نرالی چیز ہے، یہ سلف صالحین کا معمول تھا، مولانا تھانویؒ کا کمال صدق واخلاص ظاہر کرنے کے لیے بس یہ کافی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ رقمطراز ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ علماءِ دیوبند کا جو خاص امتیاز تھا وہ یہ تھا کہ اپنے آپ کو مٹانا اور کچھ نہ سمجھنا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک شانِ جلال، ایک رعب اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔ چہرہ مبارک بڑا وجیہہ تھا، اگر وہ اپنی وجاہت کو چھپانا چاہیں تو بھی نہیں چھپا سکتے تھے ،لیکن ان تمام باتوں کے باوجود طالب علموں اور دوسرے لوگوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے مغرب کے بعد دیکھا کہ ایک صاحب کُرتا اتارے صرف پائجامہ پہنے ہوئے حوض کے پاس چٹائی پر لیٹے ہیں اور پاس میں طلباء بھی لیٹے ہوئے ہیں، میں ادھر ادھر گھوم رہا ہوں اور مجھے پتہ نہیں چلا کہ حضرت والا لیٹے ہوئے ہیں، بعد میں پتہ چلا کہ حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ ان حضرات کی خاص شان تھی اور یہ خصوصی وصف اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو دیا تھا، یہ چیز دنیا میں شاذ و نادر ملتی ہے، افسوس اب ہمارے پاس بزرگوں کی صحبت حاصل نہیں رہی صرف مدرسے اور کتابیں رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی یہ وصف پیدا فرمائے۔ آمین۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک قصاب کی درخواست پر میں جونپور گیا، اسی کے مکان پر

مہمان ہوا، وہاں میرے پاس ایک خط پہنچا جس پر چار چیزیں میرے متعلق لکھی تھیں: (۱) اوّل یہ کہ تم جاہل ہو، (۲) دوسرے یہ کہ تم جلاہے ہو (۳) تیسرے یہ کہ تم کافر ہو (۴) چوتھے یہ کہ وعظ کرنے بیٹھو تو پگڑی سنبھال کر بیٹھنا۔ میں نے کسی سے اس خط کا تذکرہ نہیں کیا، اگلے روز جب وعظ کا وقت آیا تو منبر پر بیٹھ کر میں نے لوگوں سے کہا صاحبو! وعظ سے پہلے مجھے آپ سے ایک مشورہ کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ مجھے یہ خط ملا ہے اس میں چار چیزیں ہیں۔ پہلے جزو کے متعلق تو مجھے کچھ نہیں کہنا کہ یہ صاحب مجھے جاہل لکھتے ہیں اور میں خود اپنے جاہل ہونے کا معترف ہوں۔ اسی طرح دوسرے جزو کے متعلق بھی مجھے کچھ نہیں کہنا کہ اوّل تو جلاہا ہونا کچھ عیب نہیں اور اگر کسی درجہ میں ہو بھی تو وہ غیر اختیاری امر ہے جیسے کوئی اندھا اور کانا ہو۔ دوسرے یہ کہ میں یہاں کوئی شادی کرنے تو آیا نہیں کہ میں اپنی زبان سے کچھ کہوں۔ میرے وطن کے عمائد سے دریافت کرلیں کہ میں جلاہا ہوں یا کون۔

اسی طرح تیسرے جزو کے بارے میں بھی مجھے مشورہ نہیں کرنا کیونکہ پچھلی حالت کے متعلق مجھے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں کافر تھا یا مسلمان۔ میں اس وقت تو سب کے سامنے کلمہ پڑھتا ہوں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اب تو مسلمان ہوگیا اور جب تک ایمان کے خلاف کوئی بات ظاہر نہ ہو اس وقت تک مسلمان ہی کہا جاؤں گا۔ البتہ چوتھے جزو کے متعلق مجھے آپ حضرات سے مشورہ کرنا ہے کہ وعظ میں میرا معمول ہمیشہ سے یہ ہے کہ بالقصد اختلافی مسائل بیان نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان ان سے بچتا ہوں، لیکن اگر دورانِ تقریر کہیں آجاتے ہیں تو پھر رُکتا بھی نہیں۔ البتہ عنوان اور ایسے الفاظ کا اہتمام کرتا ہوں کہ دل آزار نہ ہوں۔ اب وعظ گوئی پیشہ تو ہے نہیں اور مجھے شوق بھی نہیں، لوگوں کی درخواست پر کہہ دیتا ہوں۔ اب اگر وعظ کہوں گا تو اسی آزادی کے ساتھ کہوں گا، اس کا نتیجہ پھر جو کچھ بھی ہو۔ اب اگر آپ لوگ درخواست کریں اور مشورہ دیں تو میں کہوں ورنہ چھوڑ دوں۔ اور فرمایا کہ آپ کو مشورہ میں مدد دینے کے لیے میں خود اپنی رائے بھی ظاہر کیے دیتا ہوں وہ یہ کہ وعظ کو ہونے دیا جائے اور غالباً وہ صاحب بھی اس مجمع میں موجود ہوں گے جن کا یہ خط ہے، وہ جس جگہ کوئی ناگواری محسوس کریں اسی وقت مجھے روک دیں، میں اسی وقت وعظ بند کردوں گا، یا اگر اس میں ان کو کچھ حجاب مانع ہو تو میں آج بعد ظہر چلا جاؤں گا میرے جانے کے بعد میرے وعظ کی خوب تردید کردیں۔ میں یہ کہہ کر خاموش ہوگیا اور لوگوں سے کہا کہ اپنی رائے بیان کریں۔ چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ آپ ضرور وعظ کہیں اور آزادی سے کہیں۔ میں نے وعظ کہا اور حسبِ عادت ترغیب وترہیب اور اصول شرعیہ بیان کئے۔ پھر ضمناً بعض فروع کی بحث آئی تو اس میں بدعات ورسوم کا بھی ذکر آگیا تو خوب کھل کر بیان کیا، تمام مجمع محو حیرت تھا، وعظ ختم ہونے کے بعد ایک مولوی صاحب نے کہا مولانا ان سب کے بیان کی تو

حاجت نہ تھی۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کی خبر نہ تھی میں نے تو حاجت سمجھ کر بیان کیا، اگر آپ مجھے اس وقت متنبہ فرماتے تو میں بیان نہ کرتا۔ اب تو بیان ہو چکا ہے اس کا اور کوئی تدارک اس کے سوا نہیں آپ دوسرے وقت تردید فرمادیں کہ فلاں وقت اس وعظ کی تردید کی جائے گی، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس وقت کچھ نہ بولوں گا۔

حضرت تھانویؒ کی وصیت اور فرمان:

میں نے کہہ دیا ہے کہ بھائی میری سوانح عمری نہ لکھی جائے، میں نے جو کچھ اپنے قلم سے مضامین لکھ دیئے وہی میری سوانح عمری ہے، اس میں میری وہ غلطیاں بھی ہیں جو دوسرا معتقد نہ لکھتا، میں نے خود اس کو اپنے قلم سے لکھ دیا ہے، بس میں تو اس میں خوش ہوں۔ ہمارے بزرگوں کو اس کا اہتمام نہ تھا، دیکھ لیجئے حضرت میاں جیؒ یعنی دادا پیر کی سوانح عمری کسی نے نہیں لکھی۔ مولانا یعقوب صاحب کی سوانح عمری کسی نے نہیں لکھی، حضرت حاجی صاحب کی سوانح کسی نے نہیں لکھی، البتہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی سوانح عمری مولانا یعقوب صاحب نے لکھی تھی۔ سواوّل تو راوی بیشک ایسے باکمال اور محتاط تھے، دوسرے روایت مختصر لکھی جتنا لکھا مغز لکھا ہے۔

چونکہ محبت میں اکثر مدائح غیر واقعیہ مشہور کر دیئے جاتے ہیں اس لئے میں اپنی سوانح لکھا جانا پسند نہیں کرتا۔ اگر کسی کو بہت ہی بیتابی کا شوق ہو اور دوسرے اہل تدین و تحقیق بھی اجازت دیں تو روایت میں شدید احتیاط کو واجب سمجھنا چاہئے، ورنہ میں بری ہوں۔ (آدابِ تصنیف وتقریر: ص ۲۱۸)

☆☆☆☆☆☆☆

اعلان

آئندہ ماہانہ اجتماع ایوب میڈیکل کالج ایبٹ آباد کی مسجد میں ہوگا جس میں کبیر میڈیکل کالج پشاور، خیبر میڈیکل کالج پشاور، ایوب میڈیکل کالج ایبٹ آباد اور پشاور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء شرکت کریں گے۔ سارے سلسلہ والے احباب کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اجتماع کے لئے پشاور سے بروز اتوار یکم جولائی ۲۰۰۷ء صبح چھ بجے روانگی ہوگی۔ اتوار، پیر وہاں قیام ہوگا، منگل کو عصر کے بعد واپسی ہوگی۔ کھانے کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوگا۔ ذرا ٹھنڈے موسم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ساتھی بستر اپنے ساتھ لائیں۔ شرکت کے خواہشمند حضرات گاڑی کی سیٹ کے لئے مندرجہ ذیل ساتھیوں سے رابطہ کریں۔

۱۔ محمد الطاف حسین صاحب 03349124913

۲۔ ڈاکٹر محمد طارق صاحب 03339226345

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم○

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِي بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم○

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِي بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.